مولانا قاضی اطہر صاحب مبارکپوری

فن سیر و مغازی ایک تعارف

سیر و مغازی کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم سیرت کے لغوی معنی چال چلن، طور طریقہ اور روش کے ہیں یہ لفظ صاحب سیرت کے پورے احوال زندگی پر بولا جاتا ہے، اور محدثین و مورخین نے کتاب السیرۃ کے نام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات جمع کئے ہیں، جن میں مغازی کا تذکرہ بھی ہوتا ہے، البتہ فقہاء کے نزدیک سیرت کا یہ وسیع مفہوم نہیں ہے بلکہ جہاد اور غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار و مشرکین کے ساتھ جو معاملہ فرمایا ہے وہ اس کو سیرت سے تعبیر کرتے ہیں جسکی جمع سیر ہے، حافظ ابن حجر نے لکھا ہے۔

والسیر جمع سیرۃ، واطلق ذٰلک علی ابواب الجهاد، لانها متلقاة من احوال النبی صلی اللہ علیه وسلم فی غزواته[1]	سیر لفظ سیرت کی جمع ہے اور اس کا اطلاق جہاد کے ابواب پر ہوتا ہے، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان حالات سے ماخوذ ہوتے ہیں جو غزوات میں پیش آئے۔

امام ابن الہمام نے اسی مفہوم کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

السیر جمع السیرۃ، وهی الطریقة فی الامور وفی الشرع تختص بسیر النبی صلی اللہ علیه وسلم فی مغازیه ولکن غلب فی لسان اهل الشرع علی الطرائق المامور بها فی غزوۃ الکفار[2]	سیر لفظ سیرت بمعنی طور طریقہ کی جمع ہے اور اس کا اطلاق شریعت میں مغازی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کے ساتھ خاص ہے مگر علمائے شریعت کے نزدیک اس کا اطلاق عام طور سے ان طریقوں پر ہوتا ہے جن کا حکم کفار سے جنگ میں دیا گیا ہے۔

محدثین کتاب المغازی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات و سرایا، اور کتاب الجہاد والسیر میں

---

[1] فتح الباری، کتاب الجہاد والسیر ج ۶ ص ۳ (سلفیہ قاہرہ) [2] فتح القدیر ج ۴ ص ۲۷۷

ان کے طور طریقے اور کفار کے ساتھ معاملات کو بیان کرتے ہیں، اور فقہاء کتاب السیر میں غزوات و جہاد کے فضائل و مسائل، احکام و قوانین اور اس سلسلہ کے جزئیات فقہی انداز میں لکھتے ہیں اور اہل اخبار و تواریخ کتاب السیرۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عام حالات درج کرتے ہیں، جن میں سیر و مغازی بھی شامل ہوتے ہیں، سیرت ابن اسحاق اور سیرت ابن ہشام وغیرہ کا یہی انداز ہے۔

لفظ سیرت اس وسیع معنی میں قدیم زمانہ سے مستعمل ہے اور اس نام سے دوسروں کے حالات میں کتابیں لکھی گئی ہیں، عوانہ بن حکم کلبی متوفی ١٤٧ھ نے کتاب سیرۃ معاویہ و بنی امیہ ابراہیم بن محمد فزاری متوفی ١٨٨ھ نے کتاب السیر فی الاخبار والاحداث اور واقدی متوفی ٢٠٧ھ نے کتاب السیرۃ اور کتاب سیرۃ ابی بکر و وفاتہ لکھی[1]۔

غزو، غزوہ اور مغزیٰ (جمع مغازی) کے لغوی معنی قصد، ارادہ اور طلب کے ہیں، اور شرعی معنی کفار سے قتال ہے، ابن حجر نے اس کی تشریح یوں کی ہے۔

واصل الغزو القصد، ومغزی الکلام	غزو کا لغوی معنی قصد و ارادہ ہے اور یہاں
مقصدہ، والمراد بالمغازی هنا ما وقع	مغازی سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
من قصد النبی صلی اللہ علیہ وسلم	کا بہ نفس نفیس یا اپنے لشکر کے ذریعہ کفار کا
الکفار بنفسه او بجیش من قبله	قصد و ارادہ کرنا ہے، یہ قصد کفار کے شہروں
وقصد هم اعم من ان یکون الی	کا ہو یا ان مقامات کا ہو جہاں وہ اترے ہوں
بلادهم او الی الاماکن التی حلوها	تاکہ اس میں غزوۂ احد اور غزوۂ خندق وغیرہ
حتی دخل مثل احد والخندق[2]	شامل ہوں۔

بعد میں مغازی کے معنی میں وسعت پیدا ہوگئی اور سیرت کی کتاب کا نام کتاب المغازی پڑ گیا، چنانچہ مغازی عروہ بن زبیر، مغازی ابان بن عثمان، مغازی محمد بن شہاب زہری، مغازی ابن اسحاق، مغازی موسیٰ بن عقبہ، اور مغازی واقدی وغیرہ سیرت کی کتابیں ہیں اور ان میں مغازی کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔

محدثین و مورخین کتاب المغازی میں اپنے معیار روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال اور آپ کے غزوات و سرایا بیان کرتے ہیں اور فقہاء ان سے جہاد و قتال کے مسائل استخراج کرتے ہیں۔

محدثین و مورخین عام طور سے اپنی کتاب کا نام المغازی یا مغازی الرسول مغزی کی جمع کے ساتھ رکھتے ہیں اسی طرح فقہاء اپنی کتاب کا نام کتاب السیر سیرت کی جمع کے ساتھ رکھتے ہیں۔

---

١ الفہرست ابن ندیم ص١٣٢ و ص١٣٥ و ص١٤٣ ٢ فتح الباری، کتاب المغازی ص٢٧٩ ج ، (سلفیہ قاہرہ)

علم حدیث اور سیر و مغازی علم السیر والمغازی علم حدیث ہی کا ایک اہم حصہ ہے کیونکہ اس میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اقوال و افعال اور مقررات سے بحث ہوتی ہے جن کا تعلق غزوات و سرایا سے ہے ، امام ابو عبداللہ حاکم نے معرفۃ علوم الحدیث میں ذکر النوع ثامن کے ذیل میں لکھا ہے۔

هذا النوع من هذه العلوم معرفة مغازي رسول الله صلى الله عليه وسلم وسراياه وبعوثه، وكتبه الى ملوك المشركين، وما يصح من ذلك، وما يشذ وما ابلى كل واحد من الصحابة في تلك الحروب بين يديه ، ومن ثبت ومن هرب ومن جبن عن القتال، ومن كرّ و تدين بنصرته صلى الله عليه وسلم ومن نافق ، وكيف قسم رسول الله صلى الله عليه وسلم الغنائم، ومن زاد ومن نقص وكيف جعل سلب القتيل بين الاثنين والثلاثة وكيف اقام الحدود في الغلول وهذا النوع من العلوم التي لا يستغني عنها عالم[1]	علوم حدیث کی اقسام میں سے آٹھویں قسم ان امور کی معرفت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی و سرایا و بعثات اور مشرک بادشاہوں کے نام آپ کے خطوط میں کیا صحیح ہے کیا صحیح نہیں ہے اور ان غزوات میں آپ کے سامنے صحابہ میں سے ہر ایک نے کیا کارنامہ انجام دیا ، کون ثابت قدم رہا ، کس نے راہ فرار اختیار کی اور کس نے دین پر عمل کر کے آپ کی نصرت کی اور کون منافق تھا ، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اموال غنیمت کو کیسے تقسیم فرمایا ، کس کو زیادہ دیا کس کو کم دیا اور دو تین مجاہدین میں ایک مقتول کے سلب کے بارے میں کیا کیا اور غلول میں حد کیسے جاری کی ، علوم حدیث کی یہ قسم اس قدر اہم ہے کہ کوئی عالم اس سے مستغنی نہیں ہو سکتا ہے ۔

خطیب بغدادی نے بھی سیر و مغازی رسول کو علم حدیث میں شامل کیا ہے اور شرف اصحاب الحدیث میں لکھا ہے کہ حدیث میں انبیاء کے واقعات ، زہاد اور اولیاء کے احوال بلغاء کے مواعظ ، فقہاء کے کلام عرب و عجم کے بادشاہوں کی سیرتیں ، امم ماضیہ کے قصے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی و سرایا کی تفصیلات آپ کے احکام و قضایا ، خطبے ، مواعظ ، معجزات ، آپ کی ازواج مطہرات ، اولاد و اصحاب اور ان کے فضائل مناقب ، انساب و اعمار کا ذکر ہوتا ہے[2]

---

[1] معرفۃ علوم الحدیث ص۲۳۸ [2] شرف اصحاب الحدیث ص۸ (ترکی)

اصحاب الحدیث، اصحاب الفقہ اور اصحاب المغازی

جب پہلی صدی کے خاتمہ اور دوسری صدی کی ابتدا میں احادیث کی تدوین و تالیف کے ساتھ ان کی تبویب و ترتیب شروع ہوتی اور احکام کے استخراج و استنباط کی باری آئی تو محدثین میں مختلف انداز پہ کام ہونے لگا ۔ ایک جماعت نے روایت و درایت کے اصول پر احادیث و آثار کو جمع کیا، یہ اصحاب الحدیث اور محدثین کہلاتے ، ایک طبقہ نے ان احادیث و آثار سے تفقہ و افتاء کے اصول پر احکام و مسائل اور فتاوے مرتب کئے، یہ اصحاب الفقہ والفتویٰ اور فقہاء کے لقب سے یاد کئے گئے اور ایک گروہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ کے مغازی و سرایا مدون کیا، یہ اخباری مورخ اصحاب السیر والمغازی کہلائے اور سب سے اپنے اپنے حلقہ میں اپنے کاموں کو آگے بڑھایا، اصحاب الحدیث اور اصحاب السیر والمغازی میں بعض باتوں میں فرق ہے، مولانا ابوالبرکات عبدالرؤف داناپوری نے " اصح السیر" کے مقدمہ میں اس فرق کو نہایت اچھے انداز میں تفصیل سے بیان کیا ہے، ہم اس کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

اصحاب الحدیث اور اصحاب المغازی کا فرق

اصحاب حدیث تین امور کو جمع کرتے ہیں —— (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ؛ (۲) آپ نے کیا کیا (۳) آپ کے سامنے یا آپ کے وقت میں کیا کیا گیا ! اصحاب سیرت بھی ان ہی تین امور کو جمع کرتے ہیں، اس لیے اصل کام دونوں کا ایک ہے اس کے باوجود دونوں میں فرق ہے، اصحاب حدیث کا مقصود بالذات احکام کو جاننا ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ان کی بحث ضمناً یا التزاماً ہوتی ہے، اور اصحاب سیر کا مقصود بالذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جاننا ہے، احکام کی بحث ضمناً ہوتی ہے، اس لیے محدثین کی تمام تر قوت اس بحث میں صرف ہوتی ہے کہ اس قول یا فعل کا انتساب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صحیح ہے یا نہیں ! اور اصحاب سیرت کو اسی کے ساتھ دو باتیں اور معلوم کرنی پڑتی ہیں، ایک یہ کہ آپ نے کب ایسا کہا یا کب کیا، دوسرے یہ کہ ایسا کہنے یا ایسا کرنے کی وجہ کیا تھی ! یہ حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کو مسلسل اور مربوط بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کے اسباب و علل کو بھی جاننا چاہتے ہیں۔

اس فرق کی وجہ سے اصحاب سیرت اور اصحاب حدیث کی دو جماعتیں الگ الگ بن گئیں اور معیار تحقیق دونوں کا جدا جدا ہو گیا۔ محدثین رواۃ کی ثقاہت ، تقویٰ اور دیانت کی کمی زیادہ پر مقبول راویوں کی روایات میں اختلاف کے وقت ترجیح دیتے ہیں، اصحاب حدیث ہوں یا اصحاب سیرت دونوں ایسے راویوں کی روایات کو قبول نہیں کرتے جو جھوٹے ہوں یا جن پہ جرح شدید ہوتی ہو۔

اصحاب سیر اور اصحاب حدیث دو جماعت نہیں ہیں بلکہ جتنے اصحاب سیر ہیں وہ اصحاب حدیث بھی ہیں، اسی طرح جو اصحاب حدیث ہیں وہ اصحاب سیر بھی ہیں مگر جب سیرت پر واقعات جمع کرنے پڑتے ہیں اور سیرت کے مقاصد پورے کرنے پڑتے ہیں تو تحدیث و روایت کی شرائط اور وجہ ترجیح میں مناسب تبدیلی کرنی پڑتی ہے، مغازی کے واقعات دونوں لکھتے ہیں مگر دونوں کے لکھنے میں فرق ہوتا ہے مثلاً فتح مکہ سے متعلق محدثین اتنا لکھتے ہیں کہ قریش نے حدیبیہ کے معاہدہ کو توڑا اور بنی خزاعہ پر ظلم کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف تھے اس لیے آپ نے حملہ کیا اور مکہ فتح ہوا، لیکن اصحاب سیرت یہ بھی بتلاتے ہیں کہ یہ معاہدہ کتنا اہم تھا، بنی بکر اور بنی خزاعہ کی جنگ چل رہی تھی اس معاہدے کی وجہ سے یہ جنگ رک گئی تھی قریش نے عہد توڑ کر پھر اس جنگ کو مشتعل کر دیا تھا۔

الغرض محدثین کے یہاں جو صحیح روایتیں ہیں اصحاب سیرت کو ان کی ترجیح میں کلام نہیں ہے لیکن ان کو اپنی ضروریات کے لیے اور روایتیں بھی لینی پڑتی ہیں جن کے لیے وہ اپنا معیار الگ قائم کرتے ہیں، بلاشبہ جس طرح حدیث کی کتابوں میں شدید احتیاط کے باوجود بہت سی غلط اور موضوع روایتیں داخل ہوگئی ہیں سیر میں بھی اسی طرح بہت سے موضوعات ہیں اگر ان کو خارج کر دیا جائے تو دنیا کی کسی قوم کی کوئی تاریخ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہے اس لیے کہ اور کہیں نہ سند ہے اور نہ موضوعات کو جدا کیا جا سکتا ہے۔[1]

اصحاب المغازی کا روایتی معیار

صحابہ کے بعد تابعین یعنی صحابہ کے تلامذہ کا دور ہے جنہوں نے احادیث آثار اور سیر و مغازی کے واقعات اپنے خاندانی بزرگوں اور استادوں سے روایت کئے ان میں انصار و مہاجرین کی اولاد میں نسبتاً علم زیادہ رہا، ان کے بعد تبع تابعین کا زمانہ آیا جنہوں نے صحابہ اور تابعین کے علم کو آگے بڑھایا، سیر و مغازی کا تمام تر سرمایہ ان ہی اکابر و اصاغر صحابہ تابعین اور تبع تابعین کی روایت سے جمع ہوا ہے۔[2]

احادیث و آثار کی تدوین سے پہلے یہ تمام حضرات جن میں مردوں کی طرح عورتیں بھی شامل ہیں اپنے گھروں بال بچوں، رشتہ داروں، مسجدوں، محلوں، قبیلوں اور تعلیمی و تدریسی مجلسوں میں سیر و مغازی کے واقعات موقع کی مناسبت سے بیان کرتے تھے اور جب جمع و تدوین کا دور آیا تو ان کی روایتوں کو اصحاب سیر و مغازی نے مدون و مرتب کیا اور اپنے مقاصد کے پیش نظر روایتی معیار میں محدثین کے مقابلہ میں نرمی سے کام لیا۔

اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں، واقعۂ افک کا تعلق حضرت عائشہ رض سے تھا، اس کی روایت ان سے ان کے بھانجے عبداللہ بن زبیر نے کی، ان سے ان کے بیٹے عباد بن عبداللہ نے اور عباد سے ان کے بیٹے

---

[1] مقدمہ اصح السیر صفحہ ۲۴/۲۵/۲۶، خلاصہ [2] تفصیل کے لیے طبقات ابن سعد ج صفحہ ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸

یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر نے کی، نیز اس کی روایت حضرت عائشہؓ سے ان کی پروردہ اور ان کے علم کی ترجمان عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے کی اور ان سے ان کے رشتہ دار عبداللہ بن محمد بن عمرو بن حزم انصاری نے کی، طبری نے تین صفحات میں یہ روایت بیان کی ہے۔[۱]

ابن عتیق یہودی کے قتل کی روایت عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک کی والدہ نے اپنے والد عبداللہ ابن انیس سے سنی اور عبدالرحمٰن نے اپنی ماں سے اور ان سے ان کے بیٹے ابراہیم بن عبدالرحمٰن نے روایت کی۔[۲] اس سریہ میں عبداللہ بن انیس شریک تھے، غزوہ ذی قرد کے متعدد واقعات حضرت سلمہ بن اکوعؓ کے صاحبزادے ایاس نے اپنے والد سے سن کر بیان کئے ہیں، بیعت رضوان کے بارے میں طبری نے ایک روایت یوں بیان کی کہ مجھ سے محمد بن سعد نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے چچا نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا اور انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ اہل بیعت کی تعداد پندرہ سو پچیس تھی۔[۳]

غزوۂ احد کی دو روایتیں یحییٰ بن عباد نے اپنے والد عباد سے کی اور عباد نے اپنے والد عبداللہ بن زبیر سے کی۔[۴]

غزوہ احد کی ایک اور روایت محمد بن اسحاق نے اپنے والد اسحاق بن یسار سے کی، انھوں نے اس کی روایت عن اشیاخ بن سلمہ یعنی بنی سلمہ کے بزرگوں سے کی۔

غزوۂ خیبر کی ایک روایت محمد بن اسحاق نے عبداللہ بن حسن سے کی اور انھوں نے اس کی روایت عن بعض اھلہ یعنی اپنے خاندان کے بعض لوگوں سے کی۔[۵]

فتح مکہ کا ایک واقعہ ابن اسحاق نے ابو فراس بن سنبلہ اسلمی سے بیان کیا ہے جس کو انھوں نے عن اشیاخ منھم ممن حضرھا۔ یعنی ان بزرگوں سے روایت کیا ہے جو فتح مکہ میں شریک تھے۔[۶]

غزوۂ طائف کے سلسلہ میں بلاذری نے ایک روایت مدائنی سے کی، مدائنی نے ابو اسمٰعیل طائفی سے اور انھوں نے اپنے والد سے اور ان کے والد نے عن اشیاخ من اھل الطائف یعنی اہل طائف کے بزرگوں سے اس کی روایت کی۔[۷]

صلح نجران کی ایک روایت ابن اسحاق نے معاذ بن رفاعہ رزقی سے کی جنھوں نے بتایا کہ حدثنی من شئت من رجال قومی یعنی میری قوم کے لوگوں میں سے میرے ایک پسندیدہ آدمی نے اس کو مجھ سے

۱؎ تاریخ طبری ص۲۱، ج ۳۔ ۲؎ ایضاً ص ج ۳ ۳؎ ایضاً ص۲، ج ۳، ۴؎ ایضاً ص۱۱، ج ۳ و ص۱۲
۵؎ ایضاً ص ج ۳ ۶؎ ایضاً ص۱۲۵ ج ۳ ۷؎ فتوح البلدان ص۵۳۔

بیان کیا ہے[1]

ایک اور واقعہ ابن اسحاق نے اپنے والد سے بیان کیا ہے جس کو انہوں نے عن اشیاخ بنی سلمۃ یعنی بنو سلمہ کے بزرگوں، بڑوں اور بوڑھوں سے سنا تھا[2]

ابن اسحاق نے ایک جگہ لکھا ہے فحدثنی بعض اھل العلم عن رجال من اسلم یعنی بنی اسلم کے بعض اہل علم نے مجھ سے بیان کیا[3] بعض مقامات پر حدثنی بعض اصحابنا کہا ہے یعنی مجھ سے ہمارے بعض مشائخ نے بیان کیا ہے۔

بعض جگہ فیما بلغنی کہہ کر واقعہ بیان کرتے ہیں، متعدد مقامات پر حدثنی من لا اتھم کہہ کر روایت کرتے ہیں اور بعض مرتبہ حُدِّثْتُ کے لفظ سے واقعہ نقل کرتے ہیں جیسا کہ سیرت ابن ہشام میں ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محدثین کے مقابلہ میں اہل سیر ومغازی کی سند کا معیار کم درجہ کا ہوتا ہے کیونکہ ان کے یہاں واقعات واخبار کا بیان ہوتا ہے عقائد اور تشریعی احکام نہیں ہوتے ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ یہاں ایک شبہ کا ازالہ ضروری ہے، امام احمد بن حنبل کا قول ہے

ثلاثہ کتب لیس لھا   تین فن کی کتابیں بے بنیاد ہیں، مغازی اور

اصول المغازی، والملاحم والتفسیر   ملاحم اور تفسیر۔

یہ قول مغازی وملاحم اور تفسیر کی عام کتابوں کے بارے میں نہیں ہے بلکہ ان تینوں علوم کی بعض مخصوص کتابیں مراد ہیں جو اپنے بیان کرنے والوں کی بے اعتباری اور داستان گوئی کی وجہ سے ناقابل اعتماد ہیں جیسا کہ خطیب بغدادی نے تصریح کی ہے[4] چنانچہ خود امام احمد کہتے تھے کہ تم لوگ مغازی موسیٰ بن عقبہ حاصل کرو وہ ثقہ ہیں[5]

اور ابراہیم حربی کا بیان ہے کہ احمد بن حنبل ہر جمعہ کو ابن سعد کے یہاں سے واقدی کی کتابوں کے دو جزء منگا کر دیکھتے تھے اور دوسرے جمعہ کو ان کو واپس کر کے دوسرے دو جزء منگاتے اور دیکھتے تھے[6] امام احمد کا یہ بھی قول ہے کہ ابن اسحاق سے مغازی حاصل کی جاتے، البتہ حلال وحرام میں احتیاط کی جاتے[7]

---

[1] سیرت ابن ہشام ص ۲۵ ج ۲ [2] ایضاً ص ۹ و ص ۹۸ ج ۲ [3] ایضاً ص ۳۱ ج ۲ [4] تذکرۃ الموضوعات محمد طاہر گجراتی ص ۸۲
[5] تذکرۃ الحفاظ ص ۱۲ ج ۱ [6] تاریخ بغداد ص ۱۱ ج ۳ تہذیب التہذیب ص ۳۶۶ ج ۹۔ [7] الجرح والتعدیل ص ۱۹۳ ج ۳۔